مدح حضرت امام جعفر صادق ؑ

امتیاز الشعراء جناب مولوی سید محمد جعفر صاحب قدسیؔ جائسی

قیامت تک رہے آباد یا رب کوئے جانانہ
وہی ہے قدسیؔ غمدیدہ مخزوں کا کاشانہ

وہیں سے جاتی ہے باد صبا اٹھکیلیاں کرتی
سکھانے ہر گل رعنا کو طرز دلربایانہ

ارسطو نے وہیں جاکر لیا ہے درس دانائی
فلاطوں نے وہیں سیکھے ہیں اسرار حکیمانہ

وہیں کے رہروؤں کا مشغلہ صحرانوردی ہے
وہیں کے رہنے والوں کو پسند آتا ہے ویرانہ

کہیں بھی جب دل مضطر کو آسائش نہیں ملتی
اُسی کوچہ میں دم لیتا ہے جا جا کر یہ دیوانہ

نگاہیں رات دن رہتی ہیں وقفِ لطف اندوزی
ہمیشہ ہی رہا کرتا ہے اک عالم جداگانہ

میں ہوں محو نظارہ اور کوئی مجھ سے کہتا ہے
یہی وہ ہے کیا جس کے ستم نے تجھ کو دیوانہ

ترے سینے میں پنہاں ہے اسی کا جذبۂ الفت
اسی غارتگر جاں کا ترا دل ہے جلوخانہ

طبیعت جوش پر آئی چلے اب دور صہبائی
مگر لے آ ذرا گردش میں جام چشم مستانہ

ضیائے روئے شہ سے اب جواب عرش یزداں ہے
بتوں کی یاد سے دل بن گیا تھا گو صنم خانہ

مرے سینے کو دیکھ اب جلوہ زار جذبۂ صادق
سنا ہوگا فروغ طور سینا کا بھی افسانہ

یہاں تو لن ترانی کہنے والا بھی نہیں کوئی
نگاہ شوق ہے لذت کش دیدار جانانہ

یہ وہ ہے مسند محبوب حق کی جس سے زینت ہے
خدا نے جس کے سر رکھا ہے اکلیل ملوکانہ

جناب صادق آل محمدؐ منبع حکمت
دل افروزِ خرد ہیں جس کے اقوال حکیمانہ

خدیو شش جہت قائم مقام سادس احمدؐ
ہیں جاں بخش دو عالم جس کے انفاس مسیحانہ

اثر اندوز ہے جوش ولائے حضرت صادقؑ
لب مداح پر ہے نغمۂ پر کیف و مستانہ

پڑھوں وہ مطلع رنگیں کہ بدلے رنگ محفل کا
اگر دست حنائی سے پلا دے کوئی پیمانہ

مطلع

مدارا دشمنوں سے اور محتاجوں سے یارانہ
زمانہ سے ترا رنگ طبیعت ہے جداگانہ

سبق آموز تسلیم ورضا طرز عمل تیرا
مزین بوریائے فقر سے تیرا جلو خانہ

شہنشاہوں کی مجلس میں بصد جاہ و جلال آیا
فقیروں سے ملا جب تو نہایت خاکسارانہ

سب اپنا درد دل پھر بے تکلف کس طرح کہتے
وہ تجھ کو دیکھتے ہر وقت اگر باشان شاہانہ

نہ ہوں سیراب سب کیوں فیض باران ترحم سے ہے اک عالم پہ چھایا ابر الطاف کریمانہ

مسخر کر لئے دل وسعت اخلاق سے تو نے جسے دیکھو معرف ہے یگانہ ہو کہ بیگانہ

فسانہ تیرے فیض وجود کا لب پر جو آ جائے کہیں سب حاتم طائی کے قصے کو ظریفانہ

مواعظ نے ترے اچھی طرح بتلا دیا سب کو کہ گھر دنیاے فانی کا ہے عقبیٰ کا جلو خانہ

کہاں تھا بے ترے یہ ساز و برگ گلشن ہستی کہاں تھے غنچہ وگل شیشہ وصہبا و پیمانہ

رضاے حضرت باری سمجھتا ہوں رضا تیری ملے تیری رضا تو لوں دل وجاں دے کے نذرانہ

ترے صدمے اُٹھانے سے یہ دنیا ہوگئی آخر پئے احباب غمخانہ پئے اعدا طربخانہ

بہارِ بوستانِ رحمۃٌ للعالمینؐ تو ہے عطا و فیض کو تجھ سے ہے اک ربطِ قدیمانہ

صداقت پر تری برہان صادقؑ کا لقب پانا جلالت پر تری حجت ہر اک قول حکیمانہ

محمدؐ دیکھتے تھے منہ ترے آئینۂ رخ میں ترے رخسار سے موسیٰ نے دیکھا نور جانانہ

کبھی نکلے نہ دل سے ہیبت عدل خداوندی سناؤں میں جو تیری معدلت رانی کا افسانہ

کرم سے تیرے بطن خاک گویا رحم مادر ہے نکلتا ہے عجب انداز سے اُگتا ہوا دانہ

علوم انبیاء کے سیکڑوں دریا بہاے ہیں نہیں ہے کوئی تیری طرح دانشمند و فرزانہ

ترے نور صفا کی شمع بزم افروز فطرت تھی اور ارواح گروہ اہل ایماں شکل پروانہ

بہار خندۂ گل کا تماشا خلد میں دیکھے جو تیری بے کسی پر خون روئے چشم مستانہ

جنوں انگیزیوں میں بھی نہ راہ راست چھوٹے گی وہی ہے عاقبت اندیش جو تیرا ہے دیوانہ

تمنا سب کے دل میں کیوں نہ ہو تیری زیارت کی ترا رخسار ہے آئینۂ انوار جانانہ

لحد ہی میں سند مل جاتی ہے عیش مخلد کی ولا تیری ہے گویا گلشن جنت کا بیعانہ

تولاّئی ترے یوں داخلِ خلدِ بریں ہونگے کوئی گھر آئے جیسے کھول کر خود بابِ کاشانہ

سرور جرعہ نوشان مئے کوثر کا کیا کہنا ذرا جی میں جب آیا پی لیا پھر کوئی پیمانہ

نہیں دیکھا ہے گو میں نے تجھے بزم شہود آرا مگر میرا حریم دل ہے تیرا ہی جلو خانہ

نظر افروز ہے اس وقت تک اک جانفزا منظر وہ میں درباریوں میں اور وہ تیرا جشن شاہانہ

مجسم رحمت حق تو ہے اے ظلّ ظلیل حق جبھی تو سب پہ ہیں مبذول الطاف کریمانہ

ترے ہم نام ہونے کا شرف قدسیؔ نے پایا ہے ادھر بھی اک نظر اے مسند آرائے ملوکانہ

کوئی اک جذبۂ امید لے کر دل میں آیا ہے جگر خستہ، شکستہ قلب، حالت بے قرارانہ